نبیلہ عزیز

یہ واجبات عشق

وہ جو سب سے روشن ستارہ ہے نا وہ شنزا مما ہیں۔" زونی کی پرشوق نگاہوں کے تعاقب میں دیکھتے فراز نے چونک کر ستاروں سے نظر ہٹاتے ہوئے اپنے قریب کھڑی زونی کو دیکھا جو ریلنگ سے لگی کھڑی تھی۔

"کیا کہا دوبارہ کہو بیٹا؟" فراز کی تمام توجہ کا مرکز زونی کا پرشوق جملہ بن گیا تھا۔

"جو لوگ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوتے ہیں نا وہ آسمان کے ستارے ہوتے ہیں بالکل ایسے جیسے ہم لوگ زمین کے ستارے ہیں اور جب زمین کا کوئی ستارہ اللہ تعالیٰ کو پیارا لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس بلا کر آسمان کا ستارہ بنا دیتے ہیں۔"

وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ سب کس نے کہا تم سے؟" حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سب کس نے کہا ہوگا پھر بھی تصدیق چاہی۔

"منال مما نے اور کس نے؟" زونی کے لاپروا جواب پہ یکدم وہ خاموش ہو گیا۔

"پاپا منال مما کب آئیں گی؟" زونی کی بجائے مانی کی طرف سے سوال اٹھا جو کافی دیر سے خاموش کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔ فراز اس سوال کا جواب دینے سے قاصر تھا اسی لیے چپ ہی رہا۔

"بولیں نا پاپا منال مما کب آئیں گی؟" زونی کا دھیان بھی اپنی منال مما کی سمت مڑ چکا تھا۔

"بہت جلد آجائیں گی چلو اب اندر چلتے ہیں۔" فراز کو پتا تھا ان کا دھیان اب منال مما میں اٹک گیا ہے۔ اب وہ ہزاروں سوال اور سوالوں کے جواب میں ہزاروں دلیلیں بھی مانگیں گے۔ اس نے بالکنی سے ہٹ جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

"نانو بیمار ہیں؟" زونی کو حیرت اور پریشانی ہوئی۔

"ہوں ہاں۔" وہ کچھ کھوئے ہوئے انداز سے بولا پھر ٹھٹک کر رک گیا۔

"نہیں بیٹا! نانو تمہاری مما کی لیے کچھ اداس بھی تھیں اس لیے تمہاری مما ملنے گئی ہیں آجائیں گی۔ زیادہ پریشانی کی بات نہیں آفس سے چھٹی ملتے ہی ہم بھی جائیں گے۔" اس نے ٹالنے کے ساتھ ساتھ تسلی بھی دی۔ وہ سرہلا کے رہ گئے۔

کل سے جو اداسی ان کے چہروں کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔ فراز جان بوجھ کر اس اداسی کو نظر انداز کر رہا تھا اور وہ باپ کو پریشان نہ کرنے کے خیال سے اپنے دل پہ جبر کر کے کھانا کھا رہے تھے۔ اسکول جا رہے تھے اور باپ سے باتیں کر کے ان کا دل بھی بہلا رہے تھے کیونکہ یہ ان کی منال مما کی ہدایت تھی کہ "چھوٹی چھوٹی باتوں سے کبھی بھی اپنے پاپا کو پریشان نہیں کرنا بلکہ ان کی پریشانی کو خود شیئر کرنا ہے۔" یہی وجہ تھی کہ کل سے ابھی تک وہ اپنی مما کے کہے پر عمل کر رہے تھے۔ لیکن اپنے پاپا کو دیکھ کر کل سے جو ان کو پریشانی ہو رہی تھی وہ اپنی منال مما سے شیئر کرنے کو بے تاب ہو رہے تھے اور وہ موجود ہی نہ تھیں۔ کل سے نانو کے پاس گئی ہوئی تھیں۔

"چلو آرام سے سو جاؤ۔" وہ ان کو بیڈ کے قریب آکر ہدایت دے رہا تھا انہوں نے سعادت مندی سے حکم پہ سر جھکایا اور چادر میں دبک گئے۔

"صبح جلدی اٹھنا ہے اس لیے کوئی بات نہیں کرنی اور آرام سے سو جانا ہے۔ اوکے گڈ نائیٹ!" باری باری دونوں کے گالوں پہ پیار کرتا وہ نائیٹ بلب جلا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ زونی نے چہرہ باہر نکال کے دیکھا تو ملگجے اندھیرے نے خوف زدہ کر دیا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے مانی کا ناتواں کندھا تھام کر خود کو سہارا دیا۔

"مانی بلب جلا لیں؟" زونی کی ڈری سہمی سرگوشی ابھری۔

"نہیں زونی! تم ڈرو نہیں آرام سے سو جاؤ۔ میں جاگ رہا ہوں۔ بلب جلایا تو پاپا سمجھیں گے ہم جاگ رہے ہیں۔" مانی نے مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اپنے بڑے پن کا ثبوت دیا۔

"مانی مما کب آئیں گی۔؟" زونی آخر سسک اٹھی اور مانی بے چارگی سے دیکھنے لگا کہ اب اسے کیسے چپ کرائے؟

"زونی چپ ہو جاؤ مما کو فون کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں وہ کب آئیں گی۔" مانی اٹھ بیٹھا۔ اس کے اس

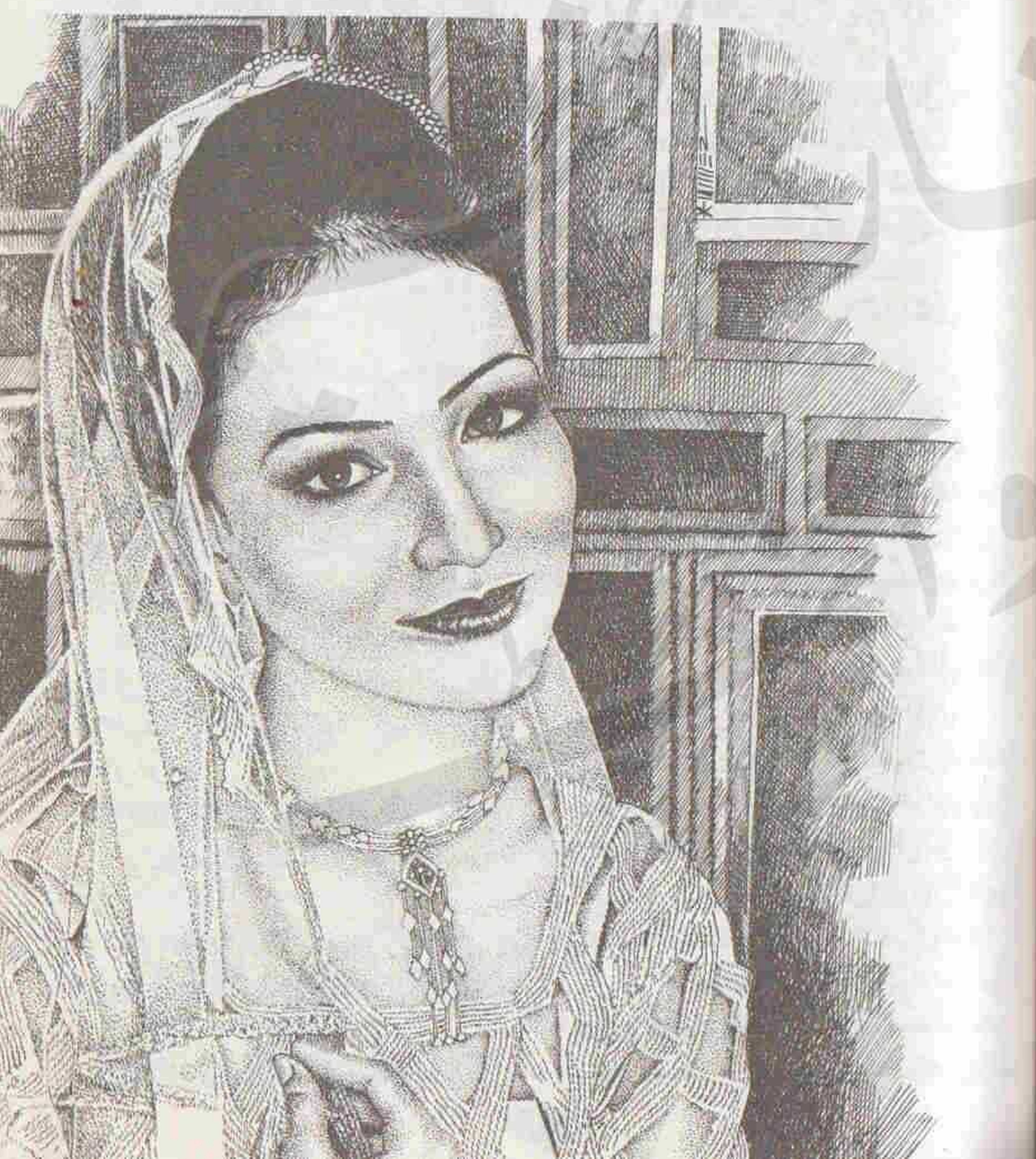

آئیڈیے پہ زونی کے آنسو بھی پل بھر کو تھم گئے تھے۔ اس نے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور چادر کے اندر کھینچ لیا۔

"ہیلو کون؟" دوسری طرف سے مردانہ آواز ابھری۔

"چاچو میں مانی ہوں' مما کہاں ہیں؟"

وہ اپنی مما کے لیے زیادہ پریشان اور اداس لگ رہا تھا۔ دوسری طرف ارقم مسکرا دیا۔

"بے مروت باپ کے بے مروت بیٹے ہو نا' اس لیے اپنے کام سے کام رکھتے ہو منال جلدی سے آؤ بچوں کا فون ہے۔" ارقم نے کہہ کے آواز دی۔ مانی خاموشی سے سنتا رہا۔

"اور سناؤ زونی کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے چاچو! نانو بیمار ہیں؟" مانی کو خیال آیا۔

"ہاں تھوڑی سی طبیعت خراب ہے یہ لو تمہاری مما آگئی ہیں۔" ارقم کے بعد منال کی بے تاب آواز ابھری۔

"ہیلو میری جان کیسے ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں' مما مگر زونی ڈر رہی ہے اور رو بھی رہی ہے' ہم اکیلے سو رہے ہیں۔ زونی کل رات بھی نہیں سوئی تھی۔"

مانی نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ دیا۔ منال پریشان ہو گئی۔ "تو تم پپا سے کہتے نا وہ تمہارے پاس ہی سو جائیں۔"

"وہ نہیں سوتے کل کہا تھا انہوں نے ڈانٹ دیا' کہتے ہیں بڑے ہو گئے ہو بچے مت بنو۔" منال کو فراز کی فطرت کا اچھی طرح اندازہ اور تجربہ تھا اسی لیے خاموش ہو گئی۔

"اچھا زونی کہاں ہے؟" اس کا لہجہ کافی متفکر تھا۔

"یہ میرے پاس ہے۔" اس نے ریسیور زونی کو تھما دیا۔

"منال مما! پاپا ہم کو ڈانٹتے ہیں اور صبح ناشتا بھی اچھا نہیں بناتے۔ کھانا بھی اتنا برا تھا۔ میری آج پونی بھی نہیں بنائی۔"

وہ روتے ہوئے باپ کی کارکردگی سنا رہی تھی۔

"ایسا نہیں کہتے میری جان! وہ بزی ہوں گے اور کھانے کو برا مت کہو بیٹا اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے۔ فوراً معافی مانگو۔" منال نے پیار سے سرزنش کی۔

"سوری اللہ تعالیٰ۔" اس نے فوراً عمل کیا تھا۔

"ہاں اب ڈرنے کی ضرورت نہیں' تم لوگ لیٹ جاؤ میں کہانی سناتی ہوں۔ اسپیکر کا بٹن آن کر لو۔" انہوں نے بخوشی یہ کام کیا تھا۔

"اپنے پاپا کو تنگ نہیں کرنا' جیسا وہ کہیں ویسا کرنا ہے' اسکول روزانہ جانا ہے' پونی نہیں بن سکتی تو تم ہیئر کیچر لگا لیا کرو۔" وہ ان کو سمجھا رہی تھی۔

"مما آپ کی پاپا سے لڑائی ہوئی ہے نا۔؟" مانی کو کل ہی زونی نے بتا دیا تھا کہ پاپا' مما کو ڈانٹ رہے تھے۔

"نہیں بیٹا! اچھا یہ بتاؤ کہانی کون سی سنو گے۔؟" اس نے کچھ کہتے کہتے خود کو روک دیا اور پھر کہانی سنانے لگی اور وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئے۔

"ہیلو زونی..... ہیلو مانی....." منال کی آواز اسپیکر سے ابھر رہی تھی۔

"وہ دونوں سو چکے ہیں۔" بھاری گمبھیر اور بوجھل آواز پہ منال کی طرف سناٹا چھایا اور پھر فون بند ہو گیا۔

فراز نے لب بھینچ لیے اور سوئے ہوئے بچوں پہ نگاہ دوڑائی' وہ کہیں فون کرنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف ارقم اور مانی کی آواز سنائی دی تو رک گیا' بعد میں منال کی آواز آئی جو بچوں کے لیے خود بھی بہت بے تاب اور فکر مند لگ رہی تھی۔ اس نے کہانی سنانا شروع کی تو فراز بچوں کے بیڈ روم میں چلا آیا۔ وہ فون سیٹ چادر کے اندر رکھے' اسپیکر آن کیے باتیں کرتے کرتے سو چکے تھے۔ اس نے فون سیٹ اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور لائیٹ آن کر کے باہر نکل آیا۔ ڈرائنگ روم کے ملگجے اندھیرے میں اس کی انگلیوں میں دہکتے سگریٹ نے دھواں پھیلا کر اور بھی اندھیرا بوجھل اور ملگجا کر دیا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ کش لیتے ہوئے اس کا دماغ سوچوں سے اور اپنے کہے لفظوں کے درد سے بھاری ہونے لگا۔ سگریٹ سلگ سلگ کر جلے دل کی

طرح راکھ ہو رہا تھا۔ فراز تھک کر صوفے پر گر گیا اور سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل دیا' بالکل ایسے جیسے منال کا دل مسل دیا تھا۔ اپنے رویے سے' اپنے لفظوں سے' اپنی نفرت سے۔ اس کے ذہن کے پردے پہ منال کی آواز اس کا لہجہ تڑپ تڑپ کر لہرا رہا تھا۔ اس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔ اپنی ذات کی کم ظرفی پہ ندامت اور پچھتاوا ہو رہا تھا اپنا کہا ڈس رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"منال بیگم اٹھ جاؤ گڈ نیوز ہے تمہارے لیے۔" سفر سے تھکی ہاری منال نیند لے کر فریش ہونا چاہتی تھی' مگر صبح ہی صبح فراز نے اس کے سر پہ آ کر با آواز بلند کہتے ہوئے اسے نیند میں ہڑبڑا دیا۔

"کیا.....؟" وہ بوکھلائی ہوئی ہونق سی صورت لیے فراز کی شکل دیکھنے لگی۔

"گڈ نیوز ہے جناب' جلدی سے فریش ہو جاؤ اور خوش خبری سن لو۔" وہ دلچسپی سے منال کی گھبرائی گھبرائی کیفیت نوٹ کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں سننی۔" وہ خفگی سے کہہ کے دھپ سے دوبارہ گری اور چادر اوپر کھینچ لی۔

"منال دوبارہ نہیں سناؤں گا لاسٹ چانس ہے۔" اس نے چادر اس کے چہرے سے ہٹائی۔

"اچھا سناؤ کیا ہے؟" وہ بغیر دیکھے بولی اور چادر کو پھر اوڑھ لیا۔

"مرو تم!" وہ کمرے سے نکل گیا۔ منال کو چند سیکنڈز بعد اس کی خفگی کا احساس ہوا تو اٹھ بیٹھی اور واش روم کا رخ کیا۔

"امی فراز کہاں ہے؟" وہ نیچے اتری تو امی اور تائی امی کو باتوں میں محو پایا۔

"اپنے کمرے میں ہے کیوں؟ کام ہے؟" انہوں نے واپس مڑتی منال سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے سر نفی میں ہلایا اور اس کے بیڈ روم کی طرف بڑھی۔

"مسٹر فراز سے ملاقات ہو سکتی ہے۔؟" اس نے فراز کے کمرے کا دروازہ ذرا سا دھکیل کر اندر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" لہجہ خفگی سے لبریز تھا۔

"اچھا رازی سے ملاقات تو ہو سکتی ہے نا۔" وہ ابھی بھی چوکھٹ میں کھڑی اجازت کی منتظر تھی۔

"جی بالکل ہو سکتی ہے۔ آیئے تشریف رکھیے۔" وہ بیڈ پہ آڑا ترچھا لیٹا ہوا تھا۔ اجازت دیتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔ منال مسکرا اٹھی۔ وہ اندر آتے ہوئے فلور کشن پہ بیٹھنے کا ارادہ رکھتی تھی مگر وہ فوراً بیڈ سے اتر گیا۔

"نہیں نہیں میڈم آپ یہاں اوپر بیٹھیں' نیچے تو ہماری جگہ ہے۔ آپ کے حسین قدموں میں۔" وہ خود فلور کشن پہ ٹک گیا اور منال بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

فراز اس کے قریب آ گیا اور دو زانو بیٹھتے ہوئے بہت موڈ کے ساتھ منال کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائی۔ منال نے بہت اسٹائل سے اپنا نازک ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"ملکہ عالیہ آپ کے اس ناچیز غلام کو اپنے لیے ایک کنیز پسند آگئی ہے اور کل وہ اس کنیز کے خوش قسمت ہاتھوں میں اپنے نام کی ایک حقیر سی انگوٹھی پہنا کر اسے ہمیشہ کے لیے اپنے لیے پابند کر رہا ہے' اور عنقریب اسے آپ کی سلطنت کی کنیز کے طور پر یہاں لے آئے گا۔" خوش خبری سناتے ہوئے اس نے بے جان ہوتی منال کی حالت نوٹ ہی نہ کی' بس اپنی دھن میں مگن رہا۔

☼ ☼ ☼

نجیب بخاری اور نصیب بخاری ماں باپ کے دو ہی بیٹے تھے' کوئی بہن نہ تھی اور نہ ہی قریب کوئی اور رشتہ دار تھا۔ دونوں بھائیوں میں حد سے زیادہ پیار محبت کا رشتہ استوار تھا اور یہی محبت ان کی اولادوں میں منتقل ہو چکی تھی۔ نجیب بخاری کے تین بچے تھے۔ فراز' زوبیہ اور ارقم' زوبیہ کی دو ماہ پہلے اپنے خالہ زاد سے شادی ہو چکی تھی۔ وہ اپنے خاوند کے ساتھ امریکا

سدھار چکی تھی۔ فراز سب سے بڑا اور ارقم سب سے چھوٹا تھا۔ نصیب بخاری کی دو اولادیں تھیں، منال اور عمیر۔ منال زوبیہ کی ہم عمر تھی۔ اور عمیر، ارقم سے ایک سال چھوٹا تھا۔ لیکن پھر بھی ان کزنز میں کبھی بھی چھوٹے بڑے کی فضا قائم نہیں ہوئی تھی۔ اس میں زیادہ عمل دخل فراز کا تھا جو ہمہ وقت فریش موڈ میں رہتا تھا۔ زوبیہ کی موجودگی میں بھی وہ سب منال کو ہی تنگ کرتے تھے، کیونکہ منال ذرا غصے کی تیز تھی۔ ذرا ذرا سی بات پہ چڑ جاتی، لڑ پڑتی تھی اور وہ اس کی لڑائی اس کے غصے سے لطف لیتے تھے اور زوبیہ کی رخصتی کے بعد تو وہ ان تینوں کا واحد نشانہ بن گئی تھی۔ وہ تنگ آکر چھٹیاں ملتے ہی اسلام آباد اپنے ماموں اور کزنز کے پاس چلی گئی۔

دو دن گزرے تو فراز، ارقم اور عمیر نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے توبہ کی کہ وہ منال کو اب تنگ نہیں کریں گے اور ساتھ ہی فون کر کے اسے اپنے سونے گھر کا حال بھی سنایا، اپنی غیر موجودگی میں ان کی بے تابی جان کر وہ بہت اترائی۔

"اب نہیں آنے والی، اب تو رزلٹ آنے کے بعد ایڈمیشن بھی یہاں ہی لوں گی۔"

"خبردار! ہم تمہاری کھوپڑی توڑ دیں گے۔ اگر ایسا سوچا بھی" فراز اور عمیر بیک وقت غرائے۔ اور آخر کار خود اسے اسلام آباد لینے پہنچ گیا۔ مجبوراً منال کو اس کے ساتھ آنا پڑا امی ابو کو ماموں وغیرہ کی باتیں اور پیغام سنا کر وہ گیارہ بجے اٹھی تو نیند اور تھکن سے برا حال تھا۔ فراز نے دل پہ پتھر رکھ کے اپنی گڈ نیوز اگلے روز پہ ملتوی کر دی اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ مگر صبح دس بجے بھی جب منال سوتی ہوئی ملی تو اس کا صبر جواب دے گیا۔ اور وہ اس کے سر پہ آکر چیخ اٹھا۔ اور اس کی گڈ نیوز سننے کے بعد منال بخاری پہ کیا گزر رہی تھی۔ وہ یکسر لاعلم تھا۔ منال بخاری جو بچپن سے لے کر اب تک فراز کو اپنا عمر بھر کا ساتھی سمجھتی آئی تھی۔ اس کے پیار کو اپنا حق سمجھتی تھی، جس نے کبھی سوچا ہی نہ تھا کہ اس کے اور فراز کے درمیان کوئی تیسرا بھی آسکتا ہے۔ وہ بت بن گئی تھی۔ آج وہ اپنے اور فراز کے درمیان دیوار حائل دیکھ کر پتھرا گئی تھی۔ اپنے کانوں پہ یقین نہ آرہا تھا کہ کل وہ کسی اور کو اپنے نام کی انگوٹھی پہنانے والا ہے کل وہ کسی اور سے منسوب ہو جائے گا کل وہ اس کا نہیں رہے گا، بیگانہ ہو جائے گا۔ کل وہ فراز کی زندگی سے بے دخل ہو جائے گی۔ کوئی اور آجائے گی قبضہ جمانے۔ اس کے فراز کو چھیننے اور کل کا سوچ سوچ کر وہ پاگل ہونے لگی۔ دماغ شل ہو گیا۔ لبوں پہ چپ کے قفل تھے اور دل اختیار سے باہر ہوا جا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

لمحے سرکتے سرکتے اس گھڑی کو جا پہنچے جب فراز بجی سنوری شزا کے پہلو میں جا بیٹھا اور منال سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا۔ منال اس کے پہلو میں بیٹھی لڑکی کو دیکھ کر بری طرح چونکی تھی۔ شزا گیلانی اس کے کالج کی اسٹوڈنٹ تھی اور منال سے سینئر بھی۔

"ہیلو منال کیسی ہو؟" شزا نے اپنی ہی سوچوں میں غلطاں و پیچاں منال کو خود مخاطب کیا۔

"منال کو بھول جاؤ یہ اسلام آباد سے بہت بدل کر آئی ہے۔" فراز نے سرگوشی کر کے شزا کو اطلاع پہنچائی۔ وہ مسکرا اٹھی۔

منال ان کے ہنستے مسکراتے چہروں سے نظر ہٹا کر رخ موڑ گئی۔ دل کا درد کسی پل سانس نہ لینے دے رہا تھا، جی چاہ رہا تھا اس پورے بجے سنورے ہال کو آگ لگا دے، یا پھر اپنے آپ کو کہیں فنا کر ڈالے۔ جو منزل کے اتنے قریب رہ کر بھی اپنی منزل گنوا چکی تھی۔ ساحل پہ ہوتے ہوئے بھی تشنہ لب تھی اس سے زیادہ بدنصیب اور کون ہو سکتا تھا بھلا؟ کب اس نے شزا کو انگوٹھی پہنائی، کب تصاویر اور مووی بنائی گئیں، کب کھانا کھایا اور کب وہ لوگ واپس آئے، اسے کچھ خبر نہ تھی اس کا دماغ لاوا اور دل اک آبلہ بن چکا تھا، دونوں کسی بھی لمحے پھٹ سکتے تھے۔

☆ ☆ ☆

پانچ روز بخار میں مبتلا رہنے کے بعد طبیعت کچھ سنبھلی تو وہ لان میں آبیٹھی۔ پھولوں کی خوشبو بھی دل پہ کڑی گزر رہی تھی۔ کچھ تتلیاں جو پھولوں کے سینے پہ رقص کر رہی تھیں۔ منال کو انتہائی بری لگی تھیں، بلکہ اسے تو یہ دنیا ہی بری لگ رہی تھی، پھولوں اور تتلیوں کی آنکھ مچولی سے فوراً نگاہیں ہٹا کر ٹیبل پہ رکھے اخبار کو گھورنے لگی۔

"منال تم نے ایک بار بھی نہیں بتایا کہ شزا تمہیں میرے حوالے سے کیسی لگی؟" فراز اچانک اس کے مقابل چیئر پہ آکر بیٹھ گیا اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے سوال بھی کیا۔

"سچ بتاؤں کیسی لگی؟" منال نے اخبار اٹھاتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"ہاں یار سچ ہی تو پوچھ رہا ہوں۔" وہ جی جان سے متوجہ ہوا۔

"انتہائی بری اور اتنی بری کہ جی چاہتا ہے اس کا چہرہ نوچ لوں۔" اور فراز کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں رازی مذاق مت سمجھو۔" اس نے لفظ چبا کر ادا کیے۔ فراز ہنسے جا رہا تھا۔

"اب کیا کروں، اتنی بری لڑکی میرے پلے پڑ گئی ہے؟" اس نے محظوظ ہوتے ہوئے منال کو دیکھا جو بخار سے زرد اور کسی حد تک چڑچڑی بھی محسوس ہو رہی تھی۔

اسے شزا سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اسے آج بھی یاد تھا جب بارش والے روز فراز منال کو چھوڑنے کالج گیا تھا تب بس اسٹاپ پہ بھیگتی شزا کو دیکھ کر منال کو ہمدردی ہوئی اور اسے لفٹ دے دی مگر فراز کا تمام دھیان شزا کے نازک سراپے، معصوم فریش چہرے اور خوبصورت لب و لہجے نے اپنی طرف مبذول کروا لیا تھا۔ فراز اکثر و بیشتر منال کو پک اینڈ ڈراپ کرنے لگا اور بعد میں یہ ادراک ہوا کہ شزا کے والد اسحاق گیلانی، نجیب بخاری کے بہترین دوستوں میں سے ہیں، عرصہ دراز سے سعودیہ میں مقیم تھے، دو سال پہلے پاکستان شفٹ ہوئے تھے اس لیے اپنے پرانے دوستوں سے ابھی تک رابطہ بحال نہیں ہو سکا تھا۔ اب ملے تو اگلی پچھلی کسر پوری کر دی۔ دن رات اک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہتے۔ منال کچھ نہ جان سکی، اور اسلام آباد چلی گئی فراز جو سمجھتا تھا۔ شزا کے لیے اسے تگ و دو کرنا پڑے گی مگر اب وہ پرامید ہو گیا تھا اور فوراً سے پیشتر منال کو بتانے کی کوشش کی اسے واپس بلایا مگر وہ نہ مانی ادھر اسحاق گیلانی بیٹی کی طرف سے پریشان تھے کہ نہ تو ان کا کوئی قریبی رشتہ دار تھا اور نہ ہی کوئی اس قابل تھا جس سے وہ بیٹی کا رشتہ جوڑتے جو پہلے ہی ماں سے محروم تھی اور اب وہ خود بھی کافی بیمار رہتے تھے اور وہ حقیقتاً جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔ اپنے دوست کی حالت دیکھ کر نجیب بخاری نے فراز کا رشتہ دے دیا۔ فراز کی مراد تو بن مانگے بر آئی تھی، البتہ تائی جان کو اعتراض ہوا۔

"کچھ خیال کریں گھر میں جوان بیٹی ہے۔ وہ نظر نہیں آئی، وہ کدھر جائے گی؟" انہیں منال ہمیشہ سے اپنی بہو کے روپ میں نظر آئی تھی۔

"فکر نہ کرو ارقم بھی جوان ہی ہے۔"

"لیکن وہ تو چھوٹا ہے۔" تائی جان نے خفگی سے کہا۔

"بس اب چپ ہو جاؤ، ہم زبان دے چکے ہیں۔ اسحاق کو اور ویسے بھی اس کی بیٹی بھی لاکھوں میں ایک ہے۔" تائی جان کو چپ اور ان کی خوشیوں میں خوش ہونا پڑا تھا۔ نصیب بخاری اور عفت بیگم کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوا وہ سمجھتے تھے بیٹی کا جہاں مقدر ہو گا وہیں جائے گی، لیکن منال بخاری کو شزا کا مقدر کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ جو سر راہ اتفاقاً ہونے والی اک ملاقات سے اپنی جھولی خوشیوں سے بھر چکی تھی اس کا دل اجاڑ چکی تھی، تب ہی شزا کے ذکر پہ لہجہ اور الفاظ بھی کڑوے ہو گئے تھے، لیکن فراز یہ کڑواہٹ جان ہی نہ سکا۔

☆ ☆ ☆

منال کی چپ اس کی سنجیدگی اس کی اداسی کا راز

کب کھلا؟ جب فراز شنزا کو بیاہ کر گھر لے آیا تھا۔ جب وہ شنزا کی محبت میں — پور پور ڈوبا ہوا تھا جب وہ ہر سو شنزا کی آواز اور اس کی صورت محسوس کرنے لگا۔ جب اسے شنزا کے سوا اپنا آپ بھی دکھائی نہ دے رہا تھا اور ایسے ہی اک عالم میں وہ منال کی برتھ ڈے بھول گیا۔ شروع سے آج تک گھر میں فراز ہی وہ واحد شخص تھا جو منال کی برتھ ڈے یاد رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ برتھ ڈے دھوم دھام سے سیلیبریٹ نہیں کرتے تھے، البتہ وہ کچھ نہ کچھ اہتمام ضرور کرلیتا تھا کبھی کھانا کھلانے لے جاتا، کبھی آئس کریم، کبھی منال کی پسند کا گفٹ خرید کرلے آتا اور کبھی اپنی فیملی کے درمیان کیک کاٹ کے اس کی برتھ ڈے منائی جاتی تھی لیکن اس روز پہلی بار فراز مکمل طور پر برتھ ڈے بھول گیا تھا۔

دوسرے روز اتفاقاً" زوبیہ کا فون آگیا اور اس نے یونہی باتوں میں پوچھ لیا کہ اس دفعہ آپ نے منال کو کیا گفٹ دیا ہے، تب فراز کو احساس ہوا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کرچکا ہے اور فوراً" ہی منال کو ڈھونڈنے لگا۔ منال تو نہ ملی مگر اس کی ڈائری ضرور مل گئی تھی اور اس کی ڈائری کو دلچسپی سے دیکھتے دیکھتے اپنے ذکر پہ وہ تھم گیا، صفحات پلٹ کر دیکھے اور پھر صفحات پلٹتا گیا اور اک کا پتھر دماغ میں پڑا تو فراز اس کی چوٹ سے بری طرح بلبلایا، دل منجمد ہوگیا سوچ پتھریلی ہوگئی رگوں میں بھاگتا دوڑتا خون سن ہونے لگا تھا۔ خود اپنی ہی آنکھوں کے پڑھے پہ یقین نہ آرہا تھا۔ منال کی ڈائری شعلوں کا روپ اختیار کرگئی تھی۔ اور حقیقتاً" جو کچھ اس ڈائری میں درج تھا وہ شعلوں سے کم بھی تو نہیں تھا فراز اپنے ساکت دل و دماغ کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔ شنزا نے یہ کیفیت دیکھی تو اصرار کرکے وجہ پوچھی مگر وہ کچھ بھی نہ بتاسکا۔ غائب دماغی سے شنزا کو دیکھنے لگا۔ اور منال جو اس ڈائری کو جلانے کے لیے نکال کے رکھ گئی تھی یہ نہ جان سکی کہ یہ ڈائری جلنے سے پہلے کافی کچھ جلا چکی ہے۔ اپنے لفظوں کے شعلے اس شخص پہ آشکار کرچکی ہے۔ جسے منال دل سے بھلانے کا ارادہ ہی نہیں عزم بھی کرچکی تھی۔

✵ ✵ ✵

جو چپ اور سنجیدگی کچھ عرصہ پہلے منال کو گھیرے ہوئے تھی۔ وہی چپ اور سنجیدگی اب فراز کا احاطہ کرچکی تھی۔ اور فراز نے اس ڈائری کے بعد صرف ایک ہی حل ڈھونڈا اور گھر ہی نہیں اپنا شہر بھی چھوڑ دیا۔ گھر والوں نے روکا، اعتراض کیا، مگر کام کا بہانہ اتنا معقول تھا کہ وہ سب سختی سے ٹوک بھی نہ سکے اور وہ شنزا کے ہمراہ اسلام آباد چلا گیا۔ کچھ عرصے بعد انہیں مانی کی پیدائش کی اطلاع ملی، تب سب گھر والے اسلام آباد آئے چند روز ٹھہرے پھر واپس لاہور چلے گئے۔ مگر شنزا کے اصرار نے منال کو رکنے پہ مجبور کردیا تھا۔

تائی جان اور امی جان کا بھی یہی خیال تھا کہ شنزا اکیلی ہے۔ اس لیے منال کو چند روز اس کے پاس ٹھہرنا چاہیے، لیکن اس کا اپنے گھر میں ٹھہرنا فراز کو سخت ناگوار گزرا۔ اور یہ ناگواری ڈھکی چھپی بھی نہ تھی۔ مگر منال محسوس بھی نہ کرسکی اور شنزا سمجھ رہی تھی فراز اپنی پرائیویسی میں منال کا وجود برداشت نہیں کررہا، اس لیے اکھڑا اکھڑا سا نظر آتا ہے، لیکن اس حد تک اکھڑ چکا ہے شنزا کو اندازہ نہیں تھا۔

"میرے مانی سے شادی کرو گی؟" رات کا کھانا کھانے کے بعد منال برتن دھو کر کچن سمیٹ کر ڈرائنگ روم میں آئی تو شنزا نے شرارت سے چھیڑا۔ فراز ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"میں تو کرلوں گی، آخر اتنا ہینڈسم نوجوان ہے کون لڑکی انکار کرسکتی ہے، لیکن آپ کو میرے والدین سے بات کرنا ہوگی آخر پیرنٹس ہی پرپوزل اوکے کرتے ہیں۔" انتہائی سنجیدگی سے کہتے ہوئے منال اپنی ہنسی کو بمشکل ضبط کیے ہوئے تھی۔

شنزا اور فراز کی شادی کے بعد منال نے خود کو کافی حد تک کنٹرول کرلیا تھا اور یہ بھی جان گئی کہ وہ جس شنزا کو برا بھلا کہتی ہے جس کا اتنا برا سوچتی ہے۔ درحقیقت وہ بہت اچھی اور بہت نرم طبیعت کی مالک ہے اور فراز

کی بے پناہ محبتوں کی حق دار ہے تب ہی اس نے رفتہ رفتہ اپنے دل میں موجود شنزا کے لیے کدورتیں اپنے آنسوؤں کے نمکین کھارے پانی سے دھو ڈالیں اور اب مانی کی پیدائش نے تو سب کچھ ذہن کی سلیٹ سے محو کردیا تھا۔ وہ بالکل پہلے والی منال تھی۔ ہنستی کھلکھلاتی ہوئی مگر فراز کو نفرت تھی منال سے بھی اور اس کے نام سے بھی، تب ہی اس کی موجودگی اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔

"فراز آپ بتایئے آپ کو یہ بہو پسند ہے نا۔" شنزا نے مانی کے سرخ سرخ چمکتے لودیتے پاؤں سے کھیلتی منال کو دیکھ کو شرارت سے کہا وہ ان کی گفتگو نظر انداز کیے ٹی وی میں منہمک رہا۔

"فراز بتایئے نا پلیز۔" شنزا نے اصرار کیا۔

"شٹ اپ بکواس بند کرو، ہر وقت کا مسخرہ پن مجھے پسند نہیں۔" وہ ایک دم دھاڑ اٹھا۔ شنزا کے ساتھ ساتھ منال بھی دنگ رہ گئی۔ اتنی چھوٹی سی بات پہ اتنا شدید ردعمل حیرت کا باعث تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر جاچکا تھا، اور وہ دونوں غور کرتی رہ گئیں کہ ایسا کیا ہوگیا تھا جو وہ اس طرح غصے سے پھٹ پڑا تھا۔

"کیا پہلے بھی کبھی ایسا ہی ہوا ہے؟" اس نے کچھ کچھ حیران اور کچھ کچھ سہمی ہوئی شنزا سے پوچھا۔

"نہیں وہ تو کبھی منہ بنا کر خفگی سے نہیں بولے مگر آج..... ڈونٹ وری ہوسکتا ہے شاید آفس کی وجہ سے ڈسٹرب ہوں، میں پوچھوں گی ان سے....." مگر منال مطمئن نہیں ہوئی جب اس کے پوچھنے پہ فراز اسے مکمل اجنبیت اور سرد مہری سے دیکھ رہا تھا۔

"بولو نا رازی تم نے شنزا کو کیوں ڈانٹا ایسا کیا کہہ دیا اس نے؟" اپنے سوال کا جواب نہ پا کر منال نے پھر پوچھا۔

"اک بات کہوں منال بخاری؟" وہ ٹیرس پہ کھڑا شہر کی روشنیوں سے نگاہ ہٹا کر اس کی سمت پلٹا۔ منال کو اس کے تخاطب پہ الجھن ہوئی وہ ہمیشہ اسے تنگ کرنے کے لیے منال بیگم کہتا تھا کیونکہ منال اپنے لیے بیگم کے لفظ پہ چڑ جاتی تھی آج وہ منال بخاری ہو چکی تھی اسے تو حیران ہونا ہی تھا۔

"کہو رازی اس میں اجازت کیوں لے رہے ہو؟" اس نے پھر بھی رازی کہہ کر اسے اپنے سے قریب پہلے والا فراز ہی باور کروایا تھا۔

"میری پرسکون زندگی کو بے سکون مت کرو۔ تم یہاں رہو گی تو تمہارے وجود کے سائے میں، میں شنزا سے بھی نفرت کرنے لگوں گا۔ مجھے اس سے محبت ہے میں اس سے نفرت نہیں کرنا چاہتا۔ تمہارے ہونے سے میں نے ابھی تک اپنے بچے کو غور سے نہیں دیکھا۔ میری زندگی کے آئینے میں تمہارا عکس دراڑ ڈال رہا ہے اس لیے پلیز یہاں سے چلی جاؤ۔ میرا آئینہ سلامت رہنے دو، ورنہ شاید میں خود ہی اس آئینے کو چکنا چور کرڈالوں گا۔"

فراز نے ایسا ہی اک بم ایک سال پہلے منال کی سماعتوں کے قریب پھوڑا تھا۔ جس کے بعد بہت مشکل سے وہ جینے کی تاب لا سکی تھی اور آج بھی وہ ایک بم پھوڑ رہا تھا اور وہ ناسمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ایسا کیا کردیا تھا اس نے جس پہ وہ اپنی کزن، اپنی دوست، اپنی ہمراز کو خود اپنے گھر سے نکلنے کا حکم سنا رہا تھا۔

"رازی یہ تم۔"

"پلیز منال بخاری! میں کوئی بھی سوال جواب دینے لینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں، بس تم یہاں سے چلی جاؤ۔" وہ کہہ کے ٹیرس سے ہٹ گیا تھا لیکن منال کو برف کر گیا اس نے ارقم کو فون کرتے ہوئے کوئی بھی وجہ نہ بتائی، بس اتنا کہہ دیا کہ آکر مجھے گھر لے جاؤ۔

اس کے گھر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ کے وہ لاہور آگئی تھی، لیکن تقدیر کا لکھا کیا ہے وقت اور حالات کے اوراق پلٹے بغیر کون جان سکتا تھا زندگی اور موت کے کھیل میں قسمت کا بے لگام گھوڑا اپنی بے رحم ٹاپوں تلے کب کس کو روندے گا یہ تو آج تک اس دنیا کے میدان میں کھڑے بے شمار تماشائی بھی نہ جان سکے تھے۔ فراز تو پھر اک عام سا تماشائی تھا، جو اس منہ زور گھوڑے کو پل بھر کے لیے محبت کی لگام ڈال کر

سمجھ رہا تھا وہ اسے نہیں روندے گا۔ وہ اس کی ٹاپوں سے محفوظ رہے گا لیکن یہ اس کی خام خیالی تھی، محض ایک سال میں ہی اس بے لگام سرکش گھوڑے نے بازی پلٹ دی۔ شہزا زونی کی پیدائش پہ ڈلیوری کے دوران ہی زندگی کی بازی ہار گئی اور فراز کو لگا وہ بھری دنیا میں تنہا اور تہی دست رہ گیا ہے۔ دو بچوں کا ساتھ بھی شہزا کی کمی کو کب پورا کر سکتا تھا وہ دنیا سے اپنی قسمت سے بدظن تو ہوا ہی ساتھ ہی اپنے ماں باپ سے بھی متنفر ہو گیا، جنہوں نے ایک ماہ بعد ہی زبردستی اس کی زندگی میں منال بخاری کو شریک کر دیا تھا۔

"میں اس سے شادی کروں جو شہزا کی دشمن تھی، جو شہزا اسے نفرت کرتی تھی۔ جس نے ہمیشہ اسے برا بھلا کہا جس نے ہمیشہ شہزا کے لیے بددعائیں کیں۔ جو اسے قتل کرنے کے درپے تھی؟" فراز سوچ کر کھول اٹھتا، لیکن تائی اور تایا نے اس کی ایک نہ چلنے دی اور نکاح پڑھوا کر منال کو رخصت کر دیا۔

منال کا احتجاج کسی نے نہ سنا اور اسے کسی ناکردہ گناہ کی سزا میں چند لمحوں میں دو بچوں کی ماں بنا دی گئی ایک ماہ کی زونی اور ایک سال کا مانی اس کی گود میں آ گئے مگر پھر بھی فراز کی نظر میں وہ سوتیلی ماں تھی اور سوتیلی ماں چاہے تن من نچھاور کر دے، پھر بھی اصلی ماں کا درجہ حاصل نہیں کر پاتی کبھی بچے یہ درجہ نہیں دیتے، کبھی رشتہ دار کبھی دنیا والے اور کبھی شوہر...... منال کا شوہر بھی اسے اپنے بچوں کی سوتیلی ماں کے ترازو میں رکھ کے تول ڈالتا اور اس کے محبت بھرے دل کو پل بھر میں خاک کا ڈھیر بنا دیتا تھا۔ اس کی معصوم ممتا منہ چھپا چھپا کے روتی، لیکن کسی کے سامنے اظہار نہ کر پاتی۔ فراز نے منال کی روح کو اس قدر چرکے لگائے کہ وہ لبوں سے "اف" کا لفظ تک نکالنا بھول گئی، بلکہ وہ تو اپنی ذات کا نام بھی بھول چکی تھی کہ وہ منال بخاری ہوا کرتی تھی۔ اب تو اسے بس یہی یاد تھا کہ وہ "سوتیلی ماں" ہے۔ فراز اور شہزا کے بچوں کی، جس کا کام بس کام کرنا تھا ان کے کپڑے دھونا، فیڈر بنانا ان کے لیے راتوں کو جاگنا، نہلانا، اسکول بھیجنا، ہوم ورک چیک کرنا اور پھر اپنے سوتیلے بچوں کے باپ کا خیال کرنا، بے دام غلام کی طرح۔

☼ ☼ ☼

میں تو اسی واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
اور تو سمجھتا ہے کہ مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

رمان آٹھ سال کا اور زونا سات سال کی ہو چکی تھی اور منال بخاری کی سزا کی عمر بھی سات سال ہو چکی تھی۔ ان سات سالوں میں اس نے اپنے گناہوں کی پوٹلی کو سات ہزار مرتبہ کھول کر دیکھا اور اپنا سب سے عظیم گناہ تلاشنے کی کوشش کی، جس کی وہ عرصہ دراز سے سزا کاٹ رہی تھی اور نجانے آئندہ کب تک کاٹنی تھی وہ جو شہزا کے لیے شادی سے پہلے تھوڑی سی کثافت اپنے دل میں رکھتی تھی، اس نے ان سات سالوں میں اس کثافت کو بچوں کے کپڑے دھوتے ہوئے بارہا دھویا تھا۔ اس کے بچوں کے گیلے کیے ہوئے بستر پہ خود سو کر ان کو سینے پہ سلاتے ہوئے ہر غلطی کا مداوا کیا تھا اور مداوا ہو چکا تھا، تب ہی تو بچے اس سے اس قدر محبت کرتے تھے اسے مما کہتے تھے۔ اسکول سے آتے تو دیوانہ وار لپکتے تھے۔ فراز آج تک اجنبی تھا وہ اگر کوئی کام بہت لگن بہت دل سے کر رہی ہوتی تو وہ فوراً اسے دھتکار دیتا۔

"اونہہ! بیوی بننے کی کوشش مت کرو۔" اور وہ ہمیشہ اس کے نوک دار جملوں کی چبھن لب بھینچ کے برداشت کر جاتی، ہمیشہ اپنے اندر اٹھتے آنسوؤں کو پلکیں جھپک جھپک کر پی جاتی۔ ان سات سالوں میں ایک بار بھی وہ اس کے سامنے روئی نہیں تھی۔ ایک بار بھی زبان کو شکوے کے بوجھ سے کمزور نہیں کیا تھا اس کا ہر وار سہا، ہر چوٹ کھائی۔ لبوں کو بے حد مضبوطی سے سی ڈالا۔ اس کے سامنے حرف آہ نکالنا بھی منال بخاری کو گوارا نہیں تھا، لیکن نجانے کب اور کیسے وہ چھوٹی سی بات پہ سالوں بعد صبر کا دامن چھوڑ بیٹھی اور فراز کی بات پہ پھٹ پڑی تھی۔

"کیا کہا؟ میں، میں سوتیلی ماں ہوں؟" وہ یکدم بپھر کر اس کی سمت مڑی۔ صبح سے زونی منال کا پلو تھامے بسورتی پھر رہی تھی اور منال اس کے بسورنے کا کوئی بھی نوٹس لیے بغیر اپنے کام میں لگی رہی لیکن سیڑھیاں اترتی منال کو کپڑوں کا بنڈل اٹھائے احساس ہی نہ ہوا کہ زونی بھی پیچھے آ رہی ہے کشن کا کور بے دھیانی میں سیڑھی پہ گر گیا اور زونی کا پاؤں الجھتے ہی چیخ بلند ہوئی۔ فراز آج سنڈے ہونے کی وجہ سے گھر پہ تھا اور زونی اور منال کا یہ آگے پیچھے رونے بسورنے کا کھیل بھی دیکھ رہا تھا لیکن خاص توجہ نہ دی، مگر اب زونی کو گرتے دیکھ کر لپک کے پاس آیا۔ منال بھی بوکھلا چکی تھی۔

"زونی!" وہ تمام کپڑے پھینک کر مڑی اور فراز کے ہاتھوں سے زونی کو لینا چاہا۔ زناٹے دار تھپڑ منال اور اپنی چوٹ سے نڈھال زونی کو بھی چکرا کے رکھ گیا تھا۔

"خبردار تم نے میرے بچوں کو ہاتھ بھی لگایا تو......" وہ خونخوار نظروں سے دیکھتا منال کو قتل کرنے کے درپے لگ رہا تھا۔ منال کا گال تھپڑ کی شدت سے نہیں اس کی بات کی شدت سے جل کے رہ گیا۔ اعصاب جھنجھنا اٹھے۔

"منال مما!" زونی فراز کے ہاتھوں سے پھسل کے منال کی سمت لپکی کیونکہ اسے پتا تھا زخم کا مرہم منال مما کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں۔

"نہیں ہے یہ تمہاری ماں، یہ ناگن ہے۔ یہ آستین کا سانپ ہے۔ اس نے تمہاری ماں کو ڈس لیا ہے یہ تمہاری اور مانی کی ماں کی قاتل ہے اس کی بددعاؤں اور آہوں نے مار ڈالا ہے، تمہاری ماں کو۔"

ایسے الفاظ وہ اکثر و بیشتر بول کر اس کے جذبات کو ضرب لگاتا رہتا تھا، لیکن آج زونی کے سامنے یہ گل افشانی منال کو دھواں دھواں کر گئی وہ شادی کے فوراً بعد ہی جان گئی تھی کہ فراز نے اس کی ڈائری پڑھ لی تھی، مگر اسے کوئی ندامت نہ ہوئی کیونکہ وہ بدل چکی تھی۔ وہ دل کی نگری کو ڑے کرکٹ سے پاک کر چکی تھی، لیکن فراز اس کے بدلے اسے اس طرح تمام عمر اذیت دے گا۔ منال کو اندازہ نہیں تھا اور آج تو یہ اذیت زیادہ ہی تکلیف دہ لگ رہی تھی۔

"نہیں یہ میری منال مما ہیں۔" زونی باپ کے حصار سے اپنا آپ چھڑا رہی تھی۔ منال مڑ گئی، لیکن فراز کا جملہ برچھی کی صورت اس کی ہستی کو لہولہان کر گیا۔

"یہ تمہاری سوتیلی ماں ہے، سوتیلی ماں۔" اس نے جھنجھوڑ کر زونی کو کہا۔

"سوتیلی ماں ہے تب ہی تو صبح سے تم کو رلا رہی ہے۔" وہ معصوم بچی کو نجانے کیا باور کرانا چاہتا تھا۔ منال تحیر سے پلٹی تھی۔

"میں سوتیلی ماں ہوں؟ میں اسے رلا رہی ہوں؟ مجھے کہہ رہے ہو؟" آج نجانے کیوں اسے سوتیلی ماں کا لفظ کسی نشتر سے کم نہیں لگا تھا آج اس لفظ کی چبھن سے روح تک بلبلا گئی تھی۔

"ہاں! تمہیں کہہ رہا ہوں تم ہو سوتیلی، کیا نہیں ہو؟" وہ کہتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں دیکھنے لگا تو منال کی برداشت غبارے کی طرح پھٹ گئی۔

"ہاں میں ہوں سوتیلی یہ بچے میرے نہیں تمہارے ہیں۔ تمہاری بیوی شہزا کے ہیں۔ میں سوتیلی ہوں، ناگن ہوں، آستین کا سانپ ہوں! لیکن فراز بخاری صرف اتنا بتا دو...... اس ناگن نے اس آستین کے سانپ نے، اس سوتیلی ماں نے تمہارے ان بچوں کے لیے اتنے درد کیوں سہے ہیں؟ کیوں ان کو پالتے پالتے آنکھوں میں زخم اور دل میں شگاف ڈال لیے ہیں؟ کیوں سوتیلے بچوں کی پرورش کرتے ہوئے خود کو خاک بنا لیا ہے؟ کیوں ان بچوں کے لیے اپنی عمر تیاگ ڈالی ہے۔ بتاؤ فراز بخاری میں نے ایسا کیوں کیا؟ اونہہ تم کیا بتاؤ گے...... میں بتاتی ہوں مجھ سے سنو میں نے تم جیسے انتہائی بے حس اور خود غرض شخص سے محبت کی تھی جس پہ آج مجھے شرمندگی ہوتی ہے سوچوں تو ندامت سے اپنا سر اپنی ہی ذات کے آگے جھک جاتا ہے کہ میں منال بخاری اک کم ظرف کی محبت میں خود کو مبتلا کر بیٹھی تھی مجھے تو تمہاری بے حسی کا اندازہ شہزا سے شادی سے پہلے ہی ہو گیا تھا جو

شخص کسی کی محبت کی آنچ نہیں محسوس کر سکتا، وہ خود کسی سے کیا محبت کر سکتا ہے۔

تمہیں شزا سے محبت نہیں تھی تم اس کی خوب صورتی پہ فدا ہوئے تھے، لیکن میں ایسی نہیں تھی مسٹر فراز میں محبتوں کی قدر جانتی تھی شزا کی تم سے محبت دیکھ کر میں نے اپنے قدم پیچھے ہٹا لیے۔ تم کو دل سے نکال دیا اور شزا کے لیے جو نفرت میرے دل میں تھی وہ اس کے آنے سے اور اسے جاننے سے دور ہو گئی۔ میں نے دل کی گہرائیوں سے اس کی دائمی خوشیوں کی دعا مانگی اور تائی جان اور تایا جان کی خوشی اور رضا میں راضی ہوتے ہوئے خود سے دو سال چھوٹے ارقم کے لیے سر جھکا دیا اس کے لیے ہامی بھر لی، اگر تم میرے دل میں زندہ ہوتے تو میں ایسا ہرگز نہ کرتی کبھی بھی ارقم کے لیے رضامندی نہ دیتی، مگر میرے دل کے آئینے سے تمہارا اک اک نقش مٹ چکا تھا۔ تائی جان اور تایا جان عنقریب ہماری منگنی کا ارادہ رکھتے تھے لیکن شزا کی موت نے سب کچھ بدل کے رکھ دیا اور میرے ہزاروں مرتبہ کے انکار کے باوجود مجھے تمہاری اس گھٹن زدہ زندگی میں آنا پڑا۔ تمہارے رویّے کے باوجود میرا دل تمہارے دکھ پہ دکھی تھا۔ تمہاری اجڑی حالت پہ افسردہ تھا، تب ہی میں نے سب کچھ بھلا کر تمہارے گھر اور بچوں کو اپنا سمجھا۔ شزا کے بچے ہونے کے ناتے بھی تمہارے بچے میرے لیے اہم تھے۔ میں نے ہر طرح سے تمہارے دکھ، تمہاری تکلیفوں کا مداوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی اور اس کوشش میں میری مٹھی سے سات سال بھر بھری ریت کی طرح پھسل گئے۔ مجھے پتا ہی نہ چلا اور سات سال گنوا کر بھی آج دیکھو تو کیا ملا ہے مجھے؟ ناگن کا لقب، آستین کا سانپ، سوتیلی ماں، قاتل اور تمہارے بچوں کو رلانے والی؟ سات سال میں نے تمہارے بچوں کے آنسو اپنی پلکوں سے چن لیے۔ ان کی سسکیاں اپنی دھڑکنوں میں چھپالیں وہ یاد نہیں آج پل بھر کو بیٹی روئی تو سات سالوں کی ہنسی کھلکھلاہٹ بھول گئے؟ اتنا عرصہ میں نے سوتیلے بچوں کو سنبھالا تو کس گناہ کی پاداش میں؟ میں ایسا نہ بھی کرتی تو تم کیا کر لیتے؟ آخر کیا رشتہ تھا میرا تمہارے بچوں سے؟ سوتیلی ماں کا! اور جانتے ہو سوتیلی مائیں کیسی ہوتی ہیں؟ اونہہ! لوگ تو سوتیلی ماں کہہ کے سوتیلی ماں پہ صرف نشتر چلانا جانتے ہیں اب اس سوتیلی ماں کے دل پہ کیا گزرتی ہے، یہ لفظ اس کے احساس کو کس طرح مجروح کرتا ہے یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔

ماں صرف ماں ہوتی ہے سوتیلی اور سگی کا احساس اسے تم جیسے لوگ دلاتے ہیں۔ وہ سوتیلی ہرگز نہیں ہوتی۔ اسے سوتیلا بنایا جاتا ہے جیسے منال بخاری کو بنایا گیا ہے اور تم کیا سمجھتے ہو میں نے تمہارے اور شزا کے بچوں پہ قبضہ کر لیا ہے۔ ان پہ اپنا حق جما لیا ہے، یہ بھول ہے تمہاری! پوچھو اپنے بچوں سے کہ ان کی ماں کون ہے؟ میں نے کبھی بھی انہیں غلط فہمی کی آغوش میں نہیں لپیٹا ان کو شروع سے باور کرا دیا تھا کہ ان کی ماں شزا ہے اور میں "سوتیلی ماں" صرف سوتیلی ماں، اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوں، کیونکہ مجھے اچھی طرح علم تھا کہ تمہاری کم ظرفی ایک نہ ایک دن بچوں پہ یہ حقیقت ضرور آشکار کرے گی اور اس دن کے خیال سے میں نے بہت پہلے ہی ان کی ماں کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اب تمہارے بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ......"

وہ اپنے اختیار سے باہر ہوئی تھی تو پھر خود کو کنٹرول کرنا بھول گئی، تیز تیز بولتے ہوئے سانسیں پھول رہی تھیں اور آنسو متواتر رخساروں پہ بہہ رہے تھے۔

آج پہلی بار فراز نے اس کی آنکھوں کو آنسوؤں سے بھرا دیکھا تھا۔ آج پہلی بار ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا تھا۔ فراز کو اپنا آپ کہیں بھی دکھائی نہ دے رہا تھا نہ زمین پہ نہ آسمان پہ شاید کہیں خلاؤں میں بکھر چکا تھا۔

"اگر میں ناگن تھی تو اپنے بچوں کو میرے حوالے کیوں کیا؟ اگر میں آستین کا سانپ تھی تو مجھے گھر میں جگہ کیوں دی؟ اگر میں سوتیلی تھی تو اپنے بچوں کی تربیت ان کی پرورش میرے ہاتھوں کیوں کروائی؟ بولو مسٹر فراز، منال بخاری اگر اتنی ہی بری خصلتیں رکھتی

تھی تو اسے گھر سے نکالا کیوں نہیں سات سال برداشت کیوں کیا؟ شاید اس لیے کہ بے دام غلام میسر آ چکی تھی۔ شاید اس لیے کہ اپنے بچوں کی مفت میں آیا مل چکی تھی۔ شاید اس لیے کہ تمہیں تختہ مشق چاہیے تھا اور منال بخاری کتنی آسانی سے تختہ مشق بن گئی۔ تمہاری تمام ضرورتوں کو پورا کرتی گئی، بغیر کسی غرض، بغیر کسی مطلب کے، کبھی صلے کی توقع ہی نہ کی۔ کبھی بدلے میں دو گھڑی کا سکون بھی نہ مانگا۔ اپنے اندر کی عورت کو مار ڈالا۔ اپنے ارمان تک پھونک ڈالے۔ کیا تمہارے خیال میں تم سے شادی سے پہلے میں بیوہ ہو چکی تھی، جو میرے دل میں کسی بھی حوالے سے کوئی ارمان، کوئی خواب، کوئی آرزو نہیں تھی؟ میں ایک عورت تھی فراز بخاری اور عورت کے اندر خواہش، ارمان، خواب اور محبت کی طلب مرد سے زیادہ ہوتی ہے، لیکن منال بخاری نے تمہارے پاس آ کر اپنے تمام خواب، تمام خواہشیں، تمام ارمان اور محبت کی نوخیز طلب کو تمہارے بچوں کی نذر کر دیا۔ سوتیلے پن کو مٹانے کی دھن میں اپنا سب کچھ تمہاری نفرت کے ایندھن میں رکھ کر جلا ڈالا، لیکن پھر بھی آج تک تم جیسے خود غرض اور بے حس شخص کو اس احساس کی آنچ تک نہیں پہنچی اور میں اس بے حس انسان کے ساتھ رہتے رہتے خود بھی شاید بے حس ہوتی جا رہی ہوں لیکن میں بے حس ہونا نہیں چاہتی، اس لیے خود کو اس گھٹن زدہ گھر اور خود غرض انسان کی حدود سے دور کر لینا چاہتی ہوں۔ میں تمہارے بچوں کو رلاتی ہوں اس لیے بہتر ہے تم اپنے بچوں کی خود دیکھ بھال کرو اور ان کی خواہشیں خود پوری کر لو، کیونکہ مجھے پتا ہے سات سال اور بھی تمہاری اور تمہارے بچوں کی خدمت گزار بنی رہوں پھر بھی سوتیلی کا دھبا اپنے دامن سے نہیں دھو سکوں گی، اس لیے میں یہ دامن دھو دھو کر ہلکان ہونے کی بجائے یہ دھبا یہیں چھوڑ کر جا رہی ہوں صرف اور صرف اس واسطے کہ آج منال بخاری ہار گئی ہے۔ کمزور ہو گئی ہے تم جیت گئے، تمہاری مضبوط نفرت جیت گئی، اور منال بخاری کی طرف سے تمہیں یہ جیت بہت بہت مبارک ہو۔"

اپنے آنسوؤں کو سختی سے رگڑتی ہوئی وہ پلٹی اور کمرے میں چلی گئی۔ زونی اس جھڑپ سے ڈر کے کمرے میں دبکی ہوئی تھی، اپنی چوٹ بھی بھول گئی تھی اور ضد بھی جو وہ صبح سے منال سے لگائے بیٹھی تھی، کچھ دیر گزرنے کے بعد منال باہر نکلی تو صرف چادر کے ہمراہ دکھائی دی۔

"میں پہلے بھی یہاں خالی ہاتھ آئی تھی اب بھی یہاں سے خالی ہاتھ جا رہی ہوں، کبھی یہ مت کہنا کہ میں تم سے کچھ لے گئی تھی۔ تمہارا سب کچھ اپنے اپنے مقام پہ چھوڑے جا رہی ہوں اور ہاں سات سالوں میں پہلی مرتبہ میں نے تمہاری بیٹی کی ضد پوری نہیں کی اور اسے رلایا ہے، لیکن ایک مرتبہ بیٹی سے ضرور پوچھ لینا کہ منال بخاری نے تمہیں کیوں رلایا تھا۔" وہ کہہ کے رکی نہیں فوراً سے پیشتر دہلیز پار کر گئی۔ فراز اسے پکارنے کی ہمت مجتمع کرتا رہ گیا، لیکن اسے پکارنے کا اسے روکنے کا حوصلہ نہ کر سکا۔ تمام ہمتیں تمام حوصلے آن کی آن میں ڈھے گئے۔ وہ صوفے پہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔ بہت دیر گزر گئی جب مانی میچ کھیل کر واپس گھر آیا اور گھر کا دروازہ کھلا دیکھ کر تشویش میں مبتلا اندر آ گیا۔

"منال مما... مما!" اس نے ڈرائنگ روم میں خاموش شکستہ باپ کو بیٹھے دیکھ کر بھی کوئی نوٹس نہ لیا اور متواتر خاموشی پا کر اور زور سے پکارنے لگا۔ وہ تو ہمیشہ ان کی ایک پکار پہ سو مرتبہ ہاں بولتی تھیں لیکن آج تو پورے گھر میں خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ مانی نے گھبرا کر اک اک کمرہ، باتھ روم، کچن سب کچھ دیکھ ڈالے لیکن منال مما نظر نہ آئیں۔

"پاپا منال مما کہاں ہیں؟" مانی نے آخر میں تھک ہار کے فراز کو مخاطب کیا فراز نے آج تک اتنے عرصے میں بس اپنی اولاد کا یہ فرض ادا کیا تھا کہ ہر مہینے سودا سلف کچن میں ڈلوا دیتا تھا۔ ان کے جوتے کپڑے اور اسکول کا خرچ ادا کیا تھا اور ان کی ولدیت کے خانے میں اپنا نام درج کروا رکھا تھا۔ اس نے آج تک بچوں

کی کوئی کیئر نہ کی، کبھی پاس بٹھا کر پیار نہ کیا اور نہ خود سے قریب آنے کا موقع دیا تھا، تب ہی وہ اسے کم کم ہی مخاطب کرتے تھے ان کی زندگی کا محور منال مما تھی۔

"پاپا! منال مما کہاں ہیں؟" اب زونی بھی آ چکی تھی۔

"وہ لاہور گئی ہے، آجائے گی۔" فراز کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا۔ شام گہری ہوتے ہوتے رات میں ڈھل گئی۔

"وہ ہمیں بتائے بغیر چلی گئیں؟" مانی کو حیرت ہوئی۔

"مانی وہ۔۔۔ وہ پاپا کی مما سے لڑائی ہوئی تھی۔ وہ منال مما کو ڈانٹ رہے تھے۔" زونی نے اٹک اٹک کر بتایا مبادا اس کے نک چڑھے پاپا نہ سن لیں۔

"کیوں؟"

"وہ میں نے کل گڑیا کا بھائی دیکھا تھا مجھے پیارا لگا، میں نے مما سے کہا مجھے بھی ایسا بھائی لا دیں۔ وہ کہتی ہیں تمہارا بھائی مانی ہے، لیکن مانی مجھے تو چھوٹا بھائی چاہیے۔ تم تو بڑے ہو نا اور مما کہتی ہیں اب مجھے اور بھائی کبھی نہیں ملے گا۔ انہوں نے مجھے ڈانٹ دیا اور اللہ میاں سے مجھے ایک اور بھائی لے کر نہیں دیا میں گر گئی اور پاپا نے مما کو مارا بھی۔"

"کیا؟" مانی تڑپ گیا تھا۔ "ہاں، بہت زور سے مارا تھا اور پاپا کہتے ہیں منال مما ہماری اسٹیپ مدر ہیں، لیکن تم جانتے ہو نا وہ تو اسٹیپ مدر نہیں ہیں نا؟" زونی کے الفاظ باہر کھڑے فراز کو شعلوں پہ گرا گئے۔ پچھتاوے کی آگ چاروں اور دہکی اور پھر بڑھتی چلی گئی۔ اس آگ نے فراز کو سر تا پا اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اپنا اور منال کا موازنہ کرنے بیٹھا تو اس کا پلڑا نیچے ہی نیچے دکھائی دے رہا تھا اور اپنا پلڑا ہواؤں میں لہراتا ہوا دکھائی دیا، بے وزن ہر قسم کے بوجھ سے عاری۔ یہ احتساب بہت کٹھن تھا فراز عرق انفعال سے بھیگنے لگا۔ بچے الگ اپنی متفکر دنیا اور سوچوں میں بھٹک رہے تھے، نجانے کب اور کس طرح اس نے انہیں کھانا کھا کر سونے کا کہا مانی نے پاس سونے کا اصرار کیا تو فراز نے اپنی سوچوں کی یورش میں مانی کو ڈانٹ کر سلا دیا صبح بمشکل ناشتا بنا کر اسکول بھیجا پھر ان کے لیے رات کا کھانا اور دوپہر کا لنچ بنایا شام کو امی کا فون آیا۔ انہوں نے جو کہا سو کہا لیکن نجیب بخاری حد سے زیادہ مشتعل ہو رہے تھے۔ اس نے سب کچھ خاموشی سے سنا کیونکہ وہ یہ سب سننے کا حق دار تھا۔ منال تو ان کے پاس آکر بھی خاموش ہی رہی تھی۔ اس کا اس طرح پہلی بار اکیلے آنا خود ہی ان کے مسئلے کو ظاہر کر رہا تھا اور وہ منال سے کچھ بھی کہے سنے بغیر سب کچھ جان چکے تھے، تب ہی اپنے بیٹے کو لعنت ملامت کی اور عمر بھر شکل نہ دکھانے کا حکم سنا کر فون بند کر دیا تھا، لیکن اب فون پہ مانی زونی اور منال کو باتیں کرتے ہوئے اداس اور اک دوسرے کے لیے فکر مند دیکھ کر فراز کو بے چینی اور اذیت کا احساس ہونے لگا پچھتاوے کا بوجھ مزید بڑھتا جا رہا تھا۔

"وہ جو سب سے روشن ستارہ ہے نا وہ شیزی مما ہیں!" کچھ دیر پہلے زونی کا کہا ہوا جملہ کانوں میں گونجا تو فراز کی پلکیں نم ہو گئیں۔ صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے ملگجے سے اندھیرے میں بھی وہ ڈرائنگ روم کی دیوار پہ آویزاں مانی، زونی اور منال کی تصویر با آسانی دیکھ سکتا تھا۔

"تم بہت اچھی ہو منال، بہت اچھی! میں اپنی برائی، اپنی نفرت میں تمہاری اچھائی تمہاری محبت دیکھ ہی نہیں پایا تم سچ کہتی ہو مجھ سے زیادہ بے حس اور کون ہو گا بھلا؟" فراز کی آنکھوں کی نمی اس کے دل کو بھی نم کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

دو دن کے رتجگے کے بعد آج آنکھ لگی تو نیند سے ہاتھ چھڑانا مشکل ہو گیا۔ کسی نے اسے جگانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ بچوں کی مدھم سرگوشیاں قریب سنائی دے رہی تھیں، لیکن پھر بھی نیند اتنی گہری تھی کہ اس کے حصار سے واپس نکلنا دشوار لگ رہا تھا۔ بچوں کی سرگوشیوں کے علاوہ بھی گھر میں چہل پہل کا احساس ہو رہا تھا کچھ دیر بعد ماتھے پہ ننھے ننھے بوسے

مہکے تو اس کی روح جیسے شانت ہو گئی پھر وہ سرگوشیاں اور آہٹیں اس سے دور ہو گئیں تب تنہائی کے احساس سے آنکھیں کھل گئیں۔

"مانی، زونی!" وہ بے قراری سے پکار رہی تھی۔ وہ کہیں بھی نظر نہ آئے تو ننگے پیر کمرے سے باہر نکلی۔

"ارقم! مانی اور زونی کی آوازیں آ رہی تھیں؟" اس نے ارقم اور ناعمہ سے پوچھا (ارقم کی بیوی)

"نہیں یہ تو چیکو اور پنکی کھیل رہے ہیں۔" ارقم نے نفی میں سر ہلا دیا۔ منال کے چہرے پہ مایوسی چھا گئی چہرہ بجھ سا گیا۔

"نیچے آجاؤ سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔" ناعمہ نے پلٹ کر مشورہ دیا۔

"نہیں میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" وہ کہہ کے مڑی۔

"منال مما!" نیچے سے زونی نے چیخ کے پکارا اور منال ایک سیکنڈ کی تاخیر کیے بنا نیچے اتر چکی تھی۔

"میری جان! میری گڑیا! مانی کہاں ہے؟" وہ اسے والہانہ چومتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"مما!" مانی بھی پاس آکر اس کی آغوش میں سما گیا تھا۔ لیکن جیسے ہی کچھ فاصلے پہ صوفے پہ براجمان فراز نظر پڑی تو تمام جوش، تمام ولولہ ایک دم ہی سرد پڑ گیا۔

"اتنی محویت اچھی نہیں بھابھی جان۔" ارقم شرارت سے گویا ہوا تو منال چونک گئی۔ اس کے چہرے پہ پتھریلے تاثرات رقم تھے۔ ارقم پل بھر کو گڑبڑا گیا۔

"تمہاری بھابھی جان کی ڈیتھ ہو چکی ہے اور میں تمہاری بھابھی نہیں چچا زاد بہن ہوں۔ سمجھے تم!" انتہائی سپاٹ اور سفاک انداز سے کہتی وہ جیسے آئی تھی ویسے ہی چلی بھی گئی۔ یہ منال اس منال سے یکسر مختلف تھی جو سات سال فراز کی خاموش تابع تھی۔ ارقم نے کندھے اچکا دیے اور فراز کے حوصلے دوبارہ سے پست ہونے لگے۔ دونوں بچے آتے ہی اوپر کے پورشن میں بھاگ چکے تھے، جہاں ان کی نانو، نانا، ماموں اور ان کی نئی نویلی دلہن اور سب سے بڑھ کے ان کی منال مما موجود تھیں۔

"تم لوگ دادو اور دادا کے پاس کیوں نہیں جاتے؟" منال کا لہجہ سخت تھا۔

"گئے تھے مما۔۔۔" مانی نے وضاحت دی۔

"ابھی بھی ان کے پاس جا کر بیٹھو، جاؤ ہری اپ ۔۔۔"

"منال کیا کرتی ہو کھیلنے دو بچوں کو آج تو آئے ہیں باتیں کرنے دو ہم سے۔" نصیب بخاری نے بیٹی کو ٹوکا۔

"نہیں امی جان! انہیں اپنے باپ کے پاس رہنے کی عادت ڈالنا ہو گی۔ اٹھو شاباش۔" وہ حد سے زیادہ سفاک ہو رہی تھی۔

"منال پاگل مت بنو!"

"منال چھوڑو بچوں کو۔" عمیر نے اٹھ کر مانی اور زونی کا بازو اس کے ہاتھوں سے چھڑانے کی کوشش کی۔

"نہیں عمیر میں ان بچوں کی سوتیلی ماں ہوں اور سوتیلی ماؤں کے پاس اپنے بچوں کو چھوڑنا سراسر حماقت ہوتی ہے، لیکن میں یہ حماقت اب نہیں ہونے دوں گی۔ جاؤ یہاں سے!" وہ کہتے کہتے بچوں پہ بھی چیخ اٹھی اور خود سے دور کر دیا۔ وہ ساکت کھڑے نا سمجھی کے انداز میں پہلی بار اپنی منال مما کو اس طرح غصے میں دیکھ رہے تھے۔

"بیٹا تم لوگ کمرے میں مہرین آنٹی کے پاس جا کر کھیلو شاباش۔"

عمیر نے بچوں کو اپنے کمرے میں بھجوا دیا۔

"بیٹھو یہاں!" عمیر اسے اپنے سامنے صوفے پہ بٹھا کر اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔

"جو کچھ اتنے عرصے میں تمہارے ساتھ ہوا ہے، ہم سب جانتے ہیں۔ ہم اندھے نہیں تھے کہ اتنے واضح مناظر بھی نہ دیکھ سکتے، لیکن جب تمہارے حوصلے، تمہارے صبر، تمہارے استقلال کو دیکھتے تھے تو خاموش ہو جاتے تھے، کیونکہ اگر ہم بول پڑتے تو

تمہاری تمام ریاضت رائیگاں چلی جاتی' اب جب تمہیں اپنی ریاضت کا صلہ ان بچوں کی محبت توجہ ان کی اتنی چاہت کی صورت مل رہا ہے تو تم منہ موڑ رہی ہو۔ اپنی محنت' اپنے صلے کے پھل سے انکاری ہو رہی ہو۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے؟" **عمیر** کو بڑی بہن کے جذبات کا اچھی طرح اندازہ تھا' تب ہی اسے تحمل سے سمجھا رہا تھا۔

"**عمیر** تم نہیں جانتے' میں سوتیلی ہوں اور سوتیلی اس سوتیلے پن کو مٹاتے مٹاتے مر بھی جائے' تب بھی سوتیلی ہی کہلاتی ہے۔ میں بھی ہار چکی ہوں' تھک چکی ہوں" اس کا گلا رُندھ گیا۔ حلق میں آنسو اٹکنے لگے۔ وہ یکدم وہاں سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

✲ ✲ ✲

فراز اور بچوں کو لاہور آئے ہوئے تقریباً" ایک ہفتہ ہو چکا تھا اور اس ایک ہفتے میں ایک بار بھی وہ نیچے نہیں اتری تھی' حالانکہ فراز ایک مرتبہ چچا جان اور چچی جان سے ملنے اوپر آیا تھا۔ **عمیر** کی بیوی مہرین نے کھانا کھلا کر بھیجا لیکن پھر بھی وہ منال کو دیکھ نہیں سکا تھا۔ وہ گوشہ نشین ہو چکی تھی۔ آج گھر میں خاصی چہل پہل تھی اور منال کے اپنے حجرے سے نکلنے کے خاصے چانس بھی تھے۔

"آج ناعمہ کی برتھ ڈے ہے اس لیے تمہیں ہمارے ساتھ ریسٹورنٹ چلنا ہو گا۔" ارقم اس کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ کھڑکی سے ٹیک لگائے باہر کے نظاروں میں محو دکھائی دی۔

"لیکن ارقم میری طبیعت......"

"پلیز منال ایک بے مروت شخص کے ساتھ رہ کر تم بے مروت ہو جاؤ گی مجھے اندازہ نہیں تھا۔ فراز بھائی کو اس دعوت میں انوائیٹ کیا تو انہوں نے کام کا بہانہ کر کے اسلام آباد کا رخ کر لیا اب تم بھی......"

"تو وہ چلا گیا؟ تھینک گاڈ" منال نے جیسے اس خبر پہ سکھ کا سانس لیا۔

"جانا کہاں ہے؟" اس نے اپنے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے چھوڑتے ہوئے استفسار کیا۔

"یار ریسٹورنٹ' بس اپنی فیملی کی ٹیبل ریزرو کروائی ہے۔"

"اس سے تو بہتر تھا تم گھر پہ سیلیبریٹ کر لیتے۔"

"ہمارا یہی ارادہ تھا مگر ناعمہ باہر انجوائے کرنا چاہتی ہے۔ تم چھ بجے تک تیار ہو جانا اور ہاں تیار اچھے طریقے سے ہونا آخر ناعمہ کو پتا تو چلے کہ میری کزن بھی۔"

"بس بس مکھن اپنے پاس رکھو' جاؤ یہاں سے۔" اس نے ارقم کو مسکراتے ہوئے باہر دھکیلا وہ گنگناتا ہوا باہر نکلا۔ "بچے بھی چلے گئے مجھ سے ملے بغیر کم از کم ان کو تو مجھ سے ملنا چاہیے تھا" وہ تیار ہوتے ہوئے بچوں سے شکوہ کناں اور افسردہ تھی۔

✲ ✲ ✲

محبت کس قدر یاس آفریں معلوم ہوتی ہے
کہ تیرے ہونٹوں کی ہر جنبش حسیں معلوم ہوتی ہے
یہ کس کے آستاں پر مجھ کو ذوق سجدہ لے آیا
کہ آج اپنی جبیں' اپنی جبیں معلوم ہوتی ہے

وہ ان کے دیے ہوئے ٹائم پہ تیار ہو کر نیچے اتری تو ناعمہ' **عمیر**' ارقم' مہرین ان کے بچے سب خوش ہو گئے۔ تائی جان نے باقاعدہ اس کی نظر اتاری۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو خدا نظر بد سے بچائے" پیشانی پہ بوسہ بھی ثبت کر دیا تھا۔

"چلو تم لوگ گاڑی میں بیٹھو ہم آ رہے ہیں۔" **عمیر** اور ارقم ایک سائیڈ میں کھڑے نجانے کیا ڈسکس کر رہے تھے۔ ناعمہ' مہرین اور منال تینوں باہر آ گئیں چیکو اور پنکی (ارقم کے بچے) بھی باہر دوڑ چکے تھے۔

"ممی...... زونا آپی کہاں ہیں؟" چیکو نے اچانک کچھ یاد آنے پہ ٹھہر کر پوچھا۔

"بیٹا! وہ اپنے پاپا کے ساتھ اسلام آباد چلے گئے۔" ناعمہ نے پچکار کے بتایا' لیکن منال کا دل افسردگی کی تیز

لہریں پل بھر کو ڈوب کے ابھرا اس نے پورا ہفتہ بچوں کی شکل تک نہ دیکھی تھی۔ وہ دروازہ بجا بجا کر تھک کے لوٹ گئے' لیکن وہ اپنی ضد' اپنی ہٹ دھرمی سے ایک انچ پیچھے نہ ہٹی اپنے ہی دھیانوں کی یورش میں گم وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کے بیٹھ گئی' کیونکہ مہرین اور ناعمہ کو پیچھے بیٹھنا تھا ان کے ساتھ بچے تھے مگر وہ ابھی بیٹھی بھی نہ تھی کہ گاڑی فراٹے بھرتی گیٹ کراس کر گئی۔ منال نے چونک کر ڈرائیونگ سیٹ پہ موجود شخص کو دیکھا اور پھر جیسے کرنٹ چھو گیا۔ فراز سامنے ونڈ اسکرین پہ نظریں جمائے بہت سنجیدگی اور مہارت سے گاڑی کو فل اسپیڈ پہ چھوڑے ہوئے تھا۔

"گاڑی روکو!" وہ ایک دم چیخ اٹھی۔

"میں کہہ رہی ہوں گاڑی روکو مجھے کہیں نہیں جانا پلیز اسٹاپ اٹ!" اس نے چلا کر کہتے ہوئے فراز کے کانوں کے پردے پھاڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

"فراز بخاری! میں آخری بار کہہ رہی ہوں گاڑی روکو' ورنہ میں گاڑی سے چھلانگ لگا دوں گی۔" اس نے ہینڈل پہ ہاتھ جما لیا تھا اور فراز نے اس کی نازک کلائی کو اپنے مضبوط شکنجے میں جکڑ لیا۔ اس نے یکدم ڈور کھول دیا اور فراز نے اتنی ہی تیزی سے بریک پہ پاؤں رکھ دیا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی۔

"میرا ہاتھ چھوڑو!" وہ انتہائی اجنبی لگ رہی تھی۔

"چھوڑنا ہوتا تو بہت پہلے چھوڑ دیتا۔" اس نے منال کا دوسرا ہاتھ بھی جکڑ لیا۔ وہ مکمل اس کے شکنجے میں آ چکی تھی۔

"جس منال کی تلاش میں تم نکلے ہو نا وہ دس دن پہلے مر چکی ہے اس کی راکھ کریدو گے تو چنگاریوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا' تمہارے اپنے ہاتھ جھلس جائیں گے۔" منال نے رک کر طنزیہ نظروں سے اسے دیکھ کر غصے سے کہا۔

"اور جس فراز کی تمہیں خبر تھی وہ بھی دس دن پہلے مر چکا ہے اب اس کے پاس ندامت کی راکھ ہے' اس راکھ کو کریدو گی تو نفرت' اور طنز کے سوا سب کچھ حاصل ہو گا۔" وہ حقیقتاً" شرمندہ اور نادم دکھائی دے رہا تھا۔

"میں اب خواہشوں کے دیار سے نکل آئی ہوں۔ مجھے اب کچھ بھی کریدنے کا اشتیاق نہیں' پلیز میرے ہاتھ چھوڑو۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی جو مسلسل ناکام ہوئی جا رہی تھی۔ "مجھے ابھی بہت کچھ کہنا ہے اور تمہیں بہت کچھ سننا ہے ....." وہ اپنے انداز پہ قائم تھا منال بھڑک اٹھی۔

"تم کہنے سننے کا کون سا حق رکھتے ہو۔ کیا اختیار ہے تمہارے پاس؟ چھوڑو میرا ہاتھ چھوڑو' پلیز بچاؤ۔" وہ لوگوں کو پکارنے لگی اس کا ہذیانی انداز کسی طور قابو میں نہ آیا تو فراز کا ہاتھ اٹھ گیا۔ منال ڈیش بورڈ سے جا ٹکرائی۔ اور پھر گاڑی میں اس کی بلند ہچکیاں گونجنے لگیں۔ یہ روڈ کافی سنسان تھا۔

خواتین ڈائجسٹ کا

نیا ناول

آرزو نکھر آئی

(آسیہ سلیم قریشی)

قیمت =/400 روپے

بذریعہ رجسٹری منگوانے کے لیے

=/430 روپے روانہ کریں۔

ملنے کا پتا

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار کراچی

منال یونہی ڈیش بورڈ پہ جھکی رونے کا ریکارڈ توڑ رہی تھی۔ فراز کی نظر اس کے لرزتے کانپتے وجود پہ پڑی تو دل پسیج گیا۔

"منال آئم سوری۔ آئم رئیلی ویری سوری!" زبردستی کھینچ کر مضبوط بانہوں میں بھر لیا تھا۔

"منال میں بہت برا ہوں اتنا برا ہوں کہ اب منہ سے معافی کا لفظ بھی ادا کرنے سے قاصر ہوں اور ویسے بھی اپنے اعمال کا احتساب کرنے بیٹھوں تو معافی کا لفظ بہت چھوٹا نظر آتا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں سزا کا مستحق ہوں، اسی لیے میں تم سے اپنی سزا مانگنا چاہتا ہوں تم مجھے جو بھی سزا دو گی مجھے قبول ہے، لیکن منال مجھے چھوڑ دینے کی سزا کبھی مت دینا ورنہ تمہارا رازی بے موت مر جائے گا۔" فراز کا ہاتھ اس کے بالوں کو سہلا رہا تھا۔ منال اچانک روتے روتے چونک گئی۔ اتنی قربت کا احساس ہوا تو فوراً دور ہو گئی۔ گاڑی میں اتنا رومینٹک سین کوئی دیکھ لیتا تو۔

"میں خلع کا نوٹس تمہیں بھجوا چکی ہوں، تمہارے اسلام آباد والے گھر میں۔" وہ کچھ دیر پہلے کی بے اختیاری پہ خفت زدہ تھی۔ لہجے کو پگھلنے سے روکتے ہوئے مضبوط کرنے کی سعی کی۔

"کیا؟ یہ تم نے کیوں کیا؟" فراز بری طرح چونک گیا۔ چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"میں طلاق لینا چاہتی ہوں، کیونکہ سوتیلی ماں بن کے اب تھک چکی ہوں اور یقیناً تم بھی مجھے برداشت کرتے کرتے اکتا گئے ہو اس لیے بہتر ہے ابھی سے اپنے راستے جدا کر لیں۔"

"لیکن منال ہم ایسا نہیں کر سکتے۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"کیوں ہم کیوں نہیں کر سکتے؟" منال نے طنز کیا۔

"کیونکہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔" فراز نے آج برملا کہہ دیا تھا۔ منال نے اچانک اس کی آنکھوں میں دیکھا تو نہ چاہتے ہوئے بھی دل پہ اس کی آنکھوں نے اپنی محبت کا سایہ ڈال دیا۔ وہ کتنے ہی لمحے فراز کو دیکھتی رہ گئی۔ آج نظر آنے والا فراز، صرف فراز ہی نہیں اس کا دوست، چاہنے والا رازی بھی تھا جس کی آنکھوں میں پچھتاوے، ندامت، معافی کی طلب اور محبت موجزن تھی۔ منال کے تمام شکوے سات سالوں کی اذیت کے باوجود پل بھر میں مٹ گئے۔ فراز کی آنکھوں میں ڈوب گئے وہ اپنا ہاتھ تھامتے فراز کو نہ روک سکی جو اس کے ہاتھوں کو اپنے مضبوط گرم ہاتھوں کی حدت بخش رہا تھا۔

"منال تم بہت اچھی بیٹی ہو اپنے ماں باپ کی، تم بہت اچھی ساتھی ہو اپنے دوستوں کی، تم بہت اچھی بہن ہو اپنے بھائیوں کی بہنوں کی، تم بہت اچھی ماں ہو اپنے بچوں کی، لیکن تم بہت اچھی بیوی نہیں ہو اپنے شوہر کی۔۔۔" تعریف کرتے کرتے چہرہ اونچا کیا تو چہرے پہ افسوس تھا۔ وہ حیران رہ گئی۔

"تم نے کبھی لڑ جھگڑ کر بیویوں کی طرح اپنا حق نہیں مانگا۔ تم نے کبھی اپنے حق میں صفائی پیش نہیں کی۔ تم نے کبھی میرے قریب آنے کی کوشش نہیں کی۔ تم کبھی بچوں کا بیڈ روم چھوڑ کر میرے بیڈ روم میں نہیں آئیں۔ تم نے ہمیشہ مجھے خود سے دور رکھا۔ میری تنہائی کو بانٹا نہیں۔ یہ ایک "شکوہ" جو مجھے تم سے تاعمر رہے گا۔۔۔"

"کیا؟" وہ بے ساختہ کہہ اٹھی۔

"تم نے مجھ سے محبت کر کے چھپائی کیوں؟ پہلے دن کہہ دیا ہوتا کہ رازی مجھے تم سے محبت ہے۔" وہ بہت خفا لگ رہا تھا۔ منال کی کھلکھلاہٹ بہت بے ساختہ تھی اور اس کی کھلکھلاہٹ کی دھوپ میں تمام آنسو خشک ہو گئے۔ شکووں کے بادل چھٹ گئے۔

"ہیلو!" پیچھے ہارن پہ ہارن اور شور سنائی دینے لگا۔ وہ دونوں چونک گئے۔

مانی اور زونی، عمیو کی گاڑی سے اتر کر اپنی گاڑی میں آ گئے تھے۔

"آئی لو یو مما۔۔۔ آئی مس یو مما۔" وہ آتے ہی منال کو پیار کرتے ہوئے بے قراری، اداسی کا اظہار کر رہے تھے فراز نے پرشوق نظروں سے منال کو پیار کرتے بچوں کو دیکھا۔

"کتنا بد قسمت ہوں میں نہ بچے مجھے اس طرح پیار کرتے ہیں اور نہ بچوں کی ماں مجھے اس طرح پیار کرنے دیتی ہے۔" لہجے میں حسرت ہمک رہی تھی۔ منال نے فخر سے گردن تان لی۔

"دیکھ لو لوگ ہم سے کتنی محبت کرتے ہیں کہ باپ کو بھی بھول جاتے ہیں۔"

"دیکھ لوں گا تم تینوں کو، ایک بار گھر تو چلو۔" اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ رفتہ رفتہ گاڑیوں کا یہ قافلہ ہنستے گنگناتے ہوئے ریسٹورنٹ کی جانب روانہ ہوا جہاں زوبیہ اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ پہلے سے موجود ویلکم کہنے کے لیے کھڑی تھی۔ وہ امریکا سے تین روز پہلے آئی تھی، لیکن منال کو خبر نہ تھی۔

"منال تم نے اپنا دل صاف کر لیا نا؟" فراز ہوٹل کے اندر جانے سے پہلے کسی خدشے کے تحت پوچھ رہا تھا۔

"میرا دل میلا ہی کب تھا؟" وہ قدرے لاپروائی سے بولی۔

"اور وہ خلع کا نوٹس۔۔۔؟" فراز نے آہستگی سے کہا۔ منال بے ساختہ ہنس پڑی۔

"وہ تمہیں ڈرانے کا نوٹس تھا۔"

"یعنی تم نے جھوٹ بولا؟" فراز کو حیرت ہوئی۔

"ہاں جھوٹ بولا تھا۔" وہ دیدہ دلیری سے اعتراف کر رہی تھی۔

"منال! میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔" وہ خفگی سے چیخا۔

"تو میں کب کہہ رہی ہوں چھوڑو۔۔۔" منال کہتے ہوئے بچوں کا ہاتھ تھام کے اندر چل دی۔ جہاں فیملی ٹیبل کے بیچوں بیچ رکھے کیک پہ چاکلیٹ سے "منال بیگم" جلی حروف میں لکھا ہوا تھا۔

آج منال کی سالگرہ تھی۔ عمیو اور ارقم نے اسے کمرے سے نکالنے کی خاطر ناعمہ کی برتھ ڈے کا بہانہ کر دیا تھا اور اب وہ کیک پہ لکھے نام کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی، کیونکہ صرف فراز ہی اس کو منال بیگم کہہ کے چھیڑتا تھا سب نے باری باری گفٹ تھمائے لیکن فراز خالی ہاتھ کھڑا تھا۔

"میرا گفٹ؟" اس نے مڑ کر اپنے برابر کھڑے فراز کے سامنے ہتھیلی پھیلائی۔

"آج کی ہے نا بیویوں والی بات!" اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے چھوٹی سی ڈبیا نکالی اور انتہائی نفیس اور خوب صورت سی چین نکال کر اس کی گردن میں سجا دی۔ سب نے تالیوں کے درمیان اسے وش کیا۔

"یہ گفٹ تو دنیا دکھاوے کے لیے ہے نا دوسرا گفٹ بعد میں دوں گا۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس فراز اور گرین اور گولڈن کمبی نیشن کے نفیس ڈریس میں ہلکے پھلکے میک اپ سے سجی منال، دونوں بچوں کی سنگت میں کھڑے وہ ایک مکمل کپل کی تصویر پیش کر رہے تھے۔

"یہ ہوتی ہے مکمل فیملی۔" ارقم نے کہتے ہوئے اچانک تصویر بھی لے لی۔

"اوہ ہاں! مکمل فیملی سے یاد آیا یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں کہ زونی کو ایک اور بھائی کب دینے کا ارادہ ہے؟" فراز نے بیچ بیچ پل میں منال کے چھکے چھڑا دیے۔ وہ بوکھلا کے رہ گئی، جس پہ فراز کا ایک جاندار قہقہہ پورے ہال کو ان کی طرف دیکھنے پہ مجبور کر گیا تھا۔ آج شکووں کے بادل چھٹے تو وہ چاند سورج کی جوڑی کی طرح بہت واضح ہو گئے تھے۔ وہاں موجود سب نے دل ہی دل میں ان کی دائمی خوشیوں کی دعا کی تھی اور دلوں سے شکوے اور کدورتیں دور ہونے پہ فراز اور منال دونوں ہی اپنے رب کے شکر گزار اور ممنون تھے اب ان کی زندگی بہت سہل ہو چکی تھی۔

☼ ☼